

Dil Kay Arman

[الکھ، خالہ جبین بمع اہل و عیال، اماں نے عینک درست کرتے ہوئے معمر کو کارڈز لکھوانے شروع کیے۔ لکھ دیا اماں! اس نے لکھا ہوا کارڈ ایک سائیڈ پر رکھا اور دوسرا کارڈ اٹھایا۔ اماں! تائی سروری کو تو جلدی کارڈ بھیج دینا حیدر آباد سے خانیوال کا سفر بھی لمبا ہے اور کچھ تیار ہی بھی کرنی ہوگی شادی کی۔ چھنو نے اماں کو یاد دہانی کروائی۔ دفع کرتائی، سروری لے کے کیا آئے گی شادی میں۔ ہمیں ہی بھگتنا پڑ جائے گا اسے، ساتھ میں دو چار پوتا پوتی کو لٹکا لائی تو کونڈا کر دیں گے ہمارا تو۔ ہاں اماں اٹھیک کہتی ہو، پلنگ پر پڑی پڑی حکم چلانے جانیں گی اور پان کا خرچا الگ کروائیں گی۔ اے بیٹا! جلدی سے بنارسی تمباکو کا سانچی پان بنوا کر لائیو، سر چکرا رہا ہے۔ طبیعت بڑی بوجھل ہو رہی ہے۔ گلوری منہ میں رکھوں تو کچھ طبیعت سدھرے۔ پورے سات پان بنا کر چلی تھی گھر سے ٹرین میں یونہی اپنا چاندی کا پاندان کھولا۔ پورے ڈبے میں پان کی دل فریب مہک سب کے نتھنے مہکا گئی۔ کیا مرد، کیا عورت سب ہی نے لچائی نظروں سے ایسے دیکھا کہ منہ میں رکھا پان چبانا مشکل ہو گیا۔ میں نے بھی سارے پان نڈیوں میں بانٹ دیے۔ نظر میں اپنے پان کھا کر مجھے اپنی طبیعت تھوڑی خراب کرنی تھی۔ عمار نے ہوبوتائی سروری کی پوپلے منہ کے ساتھ نقل اتاری تو سب کی بھونڈی ہنسی سے فضا گونج گئی۔ حالاں کہ تمہاری تائی تو وہ بخیل بستی ہے جو کسی کو اپنا بخار بھی نہ دے۔ ساٹھ پان تو اس نے اپنی زندگی میں نہ کھائے ہوں گے۔ ایک پان کو چٹکی چٹکی کھاتے بفتہ نکال دیتی ہے۔ اماں نے تائی سروری کے مزید گن گنوائے تو سب نے ان کی تائید میں اپنی موٹی گردنیں پورے زور سے بلائیں۔ چل اب ماموں سرف کا کارڈ بھی لکھ دے، سگا نہیں ہے تو کیا ہوا؟ سگوں سے بڑھ کر چاہتا ہے تمہیں۔ بہن سمجھ کر ہمیشہ ہر موقع پر کھڑا رہا ہے تو اس موقع پر کیسے بھول جاؤں میں اس کو۔ ماموں زاد کی محبت امڈ کر آئی۔ اماں! رشتے داروں کے کارڈ تو مکمل ہو گئے۔ اب ذرا محلے والوں کی طرف آجائو۔ ہاں بھئی۔ محلے والوں کا تو پہلا حق ہے ان کو بھلا میں کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔ انگلیوں پر محلے داروں کو گنتے لگیں کہ کس کس کو بلانا ہے۔ ابھی تک کارڈ لکھنے کا سلسلہ ختم نہیں ہوا؟ یہاں پیٹ میں چوبے نوڑ دوڑ کر بے دم کر رہے ہیں۔ خدا کے لیے اٹھ کر کچھ شکم سیری کا سامان بھی کرلو۔ کاشی اماں کے پاس آکر دھم سے گرا تو وہ اسپرنگ والے صوفے کی وجہ سے اچھل پڑیں اور اسے خشمگین نگاہوں سے گھورتے ہوئے بولیں۔ ایک دن پیٹ پوجا نہ کی تو کیا ہوگا۔ پھر بھی اتنی ہی بھوک ستاربی ہے تو جا اور دو کریم رول پکڑ لا اور دودھ کے ساتھ کھائے۔ انہوں نے اسے اپنے پاس سے اٹھا کر باہر کی طرف دھکیلا اور پھر کارڈز کی طرف متوجہ ہوئیں۔ اماں ذرا جلدی بولو، ایمان سے میری تو کمر بھی تختہ ہوگئی۔ لکھتے لکھتے انگلیاں بڑھ دکھنے لگیں۔ اتنی دیر تو میں کبھی امتحانی کمرے میں نہیں بیٹھا جتنی دیر سے میں اس جس زدہ کمرے میں بیٹھا کارڈ لکھ رہا ہوں۔ معمر کا رٹز پکڑے پکڑے اماں کی گود میں لیٹ گیا۔ لو تم تو لکھتے لکھتے تھک گئے اور ہم تمہیں دیکھ دیکھ کر بی اکڑ گئے ہیں، چھنو پر جھنجلاہٹ سوار تھی کیونکہ اس کے پسندیدہ ڈرامے کا ٹائم ہو چکا تھا مگرماں کا حکم تھا کہ یہاں سے کوئی نہیں بلے گا جب تک کارڈ مکمل نہ لکھ لیے جائیں، کیا پتا دماغ میں کوئی ضروری نام لکھنے سے رہ جائے تو ان میں سے کوئی یاد تو کروا دے گا۔ اے زیادہ چلانے کی ضرورت نہیں ڈرامے کی آگ لگ رہی ہے تو جا دفع ہو، جا کے دیکھے اپنی پرکٹی سفید پاؤٹر میں لٹھڑی چٹی کیوٹریوں کو، یہ عمار ہے جس نے ناں میرا دماغ کا تیز، اس سے پوچھو لوں گی اگر کوئی نام ذہن سے نکل بھی گیا تو۔ عمار اپنی تعریف سن کر مزید پھیل کر بیٹھ گیا اور چھنو فلانچیں بھرتی ہوئی ساتھ والے کمرے میں دوڑ گئی۔ اماں پھر سے معمر کو نام لکھوانے لگیں۔ اکرام کبڑا ہے کا نام بمع فیملی لکھ دے، بے تو بے چارہ کبڑا یا پر دل کا بڑا سخی ہے جتنا اس کے گھر والے کھا کے جائیں گے، اس سے چار گنا زیادہ دے کر جائیں گے۔ اماں جلدی جلدی بولو، اب تو پنسل بھی جواب دینے لگی ہے پھیکا پھیکا سا لکھ رہی ہے۔ ہاں بس اب اپنی یہ گلی میں وہ جو لمبا سالڑکا رہتا ہے۔ ارے وہی جو دفتر میں کام کرتا ہے۔ لمبی سی کار ہے جس کے پاس اماں نے نام یاد نہ آنے پر عمار کی طرف دیکھا۔ نور عالم، عمار نے فوراً ماں کا مطلوب نام زبان سے ادا کیا۔ ہاں وہی نور عالم! انہوں نے محبت سے عمار کے لمبوترے سر پر اپنا سیاہی مائل ہاتھ پھیرا۔ اماں! ان سے تو ہماری کوئی سلام دعا نہیں ہے، ان کو تو رہنے ہی دو۔ ویسے بھی وہ اچھے خاصے پڑھے لکھے ہیں۔ ہمارے عجیب الخلفت خاندان کو دیکھ کر وہ کیا سوچیں گے؟ معمر نے نام لکھنے سے صاف انکار کر دیا۔ اے میں کہہ رہی ہوں لکھ۔ اس کی بیوی سے سلام دعا ہے میری۔ ایک دو مرتبہ گلی سے گزرتے ہوئے اس نے مجھے سلام بھی کیا اور اپنے گھر آنے کی دعوت بھی دی ہے۔ اتنا بڑا گھر ہے اس کا تو دل بھی بڑا ہی ہوگا ناں۔ وہ اس کے ٹائلوں والے گھر سے کچھ زیادہ ہی متاثر لگ رہی تھیں۔ لو بھئی اماں میرا کام تو ختم، ایمان سے اب تو نیند بھی آنکھوں میں بھر گئی ہے۔ اس نے انگڑائی کے ساتھ ہی بڑی سی جمائی بھی لی مگر اگلے ہی پل اس کے انگڑائی لیتے بازو فضا میں ہی رہ گئے۔ اماں نے بھی صوفہ چھوڑا اور اپنے بھاری بھر کم وجود کو سنبھالتی باہر تخت کی طرف بھاگیں۔ جہاں منور حسین سر جھکائے شکست خوردہ سے بیٹھے تھے۔ کیا ہوا منور حسین ٹھیک تو ہو مگر ادھر گھمبیر خاموشی تھی۔ اے کچھ تو بتاؤ۔ یوں منہ لٹکا کر بیٹھ گئے میرا تو دل بولنے دے رہے ہو۔ اماں بھی وہیں تخت پر بیٹھ گئیں۔ چھنو بھی ادھورا ڈرامہ چھوڑ کر منور حسین کے قدموں میں بیٹھ گئی اور منور حسین چھنو کے سر پر ہاتھ رکھ کر رندھی آواز میں بولے۔ مجھے معاف کر دینا میری بیٹی تجھے اب چند جوڑوں اور معمولی جہیز میں ہی اس گھر سے رخصت ہونا ہو گا۔ کیا اول قول بولے جارہے ہو، کیا سٹھیا گئے ہوا سیدھی طرح اصل بات کی طرف کیوں نہیں آتے۔ ماں نے جھنجلا کر ان کے ناتواں کندھے پر ہاتھ مارا تو ان کی ہڈیوں کے چٹخنے کی آواز واضح سنائی دی۔ باقی سب بھی منہ کھولے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ وہ منور حسن بکلاے۔ ہاں ہاں بولو، اماں نے ان کے خضاب والے بالوں پر ہاتھ پھیر کر حوصلہ دیا اور پانی کا گلاس ان کے کیکپاتے لبوں سے لگایا جو عمار ان کی حالت کے پیش نظر لے آیا تھا۔ پانی پی کر کچھ حالت تو سنبھلی تھی مگر آواز ابھی بھی کانپ رہی تھی۔ مگر صورت حال سے سب کو آگاہ کرنا بھی لازمی تھا۔ وہ باجرہ بیگم انیسہ سلطانہ نے شادی سے انکار کر دیا ہے۔ خبر سنا کر وہ چور سے بن گئے۔ کیا، الفاظ تھے با ہم، باجرہ بیگم کو غش آگیا۔ چھنو اپنے منہ میں پھنسا کر دبی آواز سے رونے لگی۔ عمار اور بلو کے چہروں پر بھی یہ خبر سن کر مردنی چھا گئی مگر اماں کی حالت دیکھتے ہوئے انہیں جلدی سے ان ہی کے لہسن پیاز کی بساندھ میں رچے دوپٹے سے بوا دینے لگے۔ چلو بھر پانی ان کے منہ میں تپکایا تو انہوں نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں اور بھرائی ہوئی آواز میں منور حسین سے مخاطب ہوئیں۔ پرمنور حسین! انکار کی کوئی وجہ بھی تو بتائی ہوگی اس نے، ہاں۔ منور حسین نے سرد آہ بھری۔ وجہ سن کر ہی تو میرے پاؤں تلے سے

زمین سرک گئی۔ اے اب بتا بھی چکو، نہیں ہو رہا صبر مجھ سے۔ انہوں نے اپنا سینہ مسلا۔ دو دن پہلے ہارٹ اٹیک ہوا ہے اسے۔ کل ہی اسپتال سے گھر آئی ہے۔ آج اس نے مجھے فون کر کے بلایا۔ کہنے لگی میری زندگی کا کوئی بھروسا نہیں میں تمہیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتی۔ میں نہیں چاہتی کہ تم شادی کے چند دن یا چند ماہ بعد ہی رنٹوے ہو جاؤ۔ میں تمہارے جیسے مخلص شخص کو یہ دکھ ہو گا۔ منور حسین یہ بات بتاتے ہوئے تقریباً رو ہی دیے، اور اماں کا تو یہ حال تھا کہ کٹاؤ تو بدن میں لہو نہیں۔ ہائے یہ کیا ہوا؟، "لاکھوں کی جائیداد کی اکلوتی وارث انیسہ سلطانہ منور حسین کی دور پار کی رشتہ دار تھیں۔ بھاری بھر کم ہونے کے باعث رشتہ ہی نہ ہو سکا جو اتنا وہ انکار کر کے چلا جاتا اور شادی کی عمر نکلتی چلی گئی۔ ماں باپ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد وہ اس مکان میں بالکل تنہا رہ گئیں۔ سرکاری اسکول میں نوکری کرتی ہزاروں کمزوری تھیں۔ ابھی ریٹائرمنٹ لے کر لاکھوں روپے کی مالک بنی تھیں۔ سنا تھا جوانی میں منور حسین پر بڑی اس لگائے بیٹھی تھیں اور اسی اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے باجرہ بیگم نے اپنے شوہر منور حسین کا رشتہ انیسہ سلطانہ کے سامنے رکھا تو وہ بھی کچھ پس و پیش کے بعد مان گئیں کہ تنہا رہتے رہتے وہ بھی اوب گئی تھیں اب اپنی زندگی کے باقی ماندہ ایام وہ بھرے پرے گھر میں گزارنا چاہتی تھیں۔ باجرہ بیگم نے ان کو شیشے میں ایسا اتارا کہ وہ منور حسین کی سادگی اور پر خلوص رویہ دیکھ کر آنے والے دنوں کے تصور سے ہی کھلی کھلی رہنے لگیں مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ باجرہ بیگم کا یہ خواب کہ دو کمروں کے گھر سے انیسہ کے بڑے سے پختہ و خوب صورت مکان میں شفٹ ہو جائیں گے، بیٹی خوب جہیز لے کر رخصت ہوگی اور انیسہ کی ساری کمائی میرے بیٹوں کے کام آئے گی۔ ان کے تو دن ہی پھر جائیں گے۔ بڑی دور کی سوچی تھی، انہوں نے تو اپنے شوہر میں بتوارہ بھی اسی بنیاد پر برداشت کرنے کی ٹھان لی تھی۔ یہ کڑوی گولی نکلنے کا فیصلہ اپنے بچوں کے خواب پورے کرنے کے لیے کیا تھا مگر سارے خواب چکنا چور ہو گئے۔"